لطائفِ اکبری نادر قلمی ملفوظ
خواجہ علی اکبر مودودیؒ (م ۱۲۰۹ھ) کے احوال و واقعی

(۲)

جناب مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی۔ استاد دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

احمد شاہ، درانی (یا ابدالی) متعدد بار ہندوستان آیا۔ ابتدائی دو ایک یورشیں اس کی پنجاب تک محدود رہیں۔ پہلی دفعہ اس کے دلی آنے کا زمانہ ۱۱۷۰ھ، ۱۷۵۷ء ہے۔ آخری بار جب آیا تو ۱۱۷۴ھ، ۱۷۶۱ء تھا۔ اسی یورش میں اس نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی زبردست طاقت کو پاش پاش کیا اور فاتح و کامران دلّی میں داخل ہوا، خواجہ مودودی نے ابدالی کے دلی آنے کے زمانے کو اپنے لکھنؤ پہنچنے کی تاریخ سے مطابق بنایا ہے، یہ اس کی کون سی آمد تھی، صاف نہیں ہے۔ قیاس یہی کیا جاسکتا ہے کہ آخری آمد (۱۱۷۵ھ، ۱۷۶۱ء) مراد ہو گی جب اس نے شاہ عالم کو خود غرضوں اور مفاد پرستوں کے گھیرے سے نکال کر خود مختارانہ حکمرانی کا موقعہ فراہم کیا ہے

نزہۃ الخواطر کے مصنف نے ــــ اگرچہ بغیر کسی حوالے کے ــــ یہ جو لکھا ہے کہ

ثم سافر الی الہ آباد سنۃ احدی وسبعین ومأۃ والف ......

پھر خواجہ علی اکبر مودودی نے ۱۱۷۱ھ میں الہ آباد کی سمت سفر کیا ......

تو اس سے ۱۱۷۵ھ میں ان کے لکھنؤ آنے پھر وہاں سے الہ آباد کی سمت سفر کرنے کا قیاس کمزور ہو جاتا ہے اور "روزیکہ داخل شدیم جزم شد کہ احمد شاہ درانی در شاہجہان آباد شد" کا مطلب وہی لینا پڑتا ہے جو مصنف نزہۃ الخواطر کی صراحت کے مطابق ہو یعنی احمد شاہ درانی کی دلی میں پہلی آمد (۱۱۷۰ھ) کے موقع پر خواجہ مودودی سفر کرتے لکھنؤ پہنچے تھے۔

لطائف اکبری، ملفوظ ہے، سوانح حیات نہیں اس لئے ملفوظات کے ضمن ہی میں جا بجا
ان کے سوانح بھی مذکور رہ گئے ہیں، نزہتہ الخواطر کے مصنف نے لکھا ہے کہ " خواجہ مودودی کے
پیرو مرشد اور چچا کا جب انتقال فرخ آباد میں ہوا اور لاش بریلی لاکر دفن کی گئی تو خواجہ مودودی
بھی بریلی آئے اور وہیں قیام کیا۔ پھر ۱۱۷۱ھ میں الہ آباد چلے گئے " (عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔
اصل عبارت اوپر گذر چکی ہے) لطائف اکبری میں یہ تفصیل تو نہیں ملتی۔ اتنا ضرور ملتا ہے کہ ان کے
پیرو مرشد کا مزار بریلی میں تھا، جیسا کہ صفحہ ۵۰۰ میں ضمناً مذکور ہے:

چوں جناب زبدۃ العرفا در آخر ماہ ذیقعدہ برائے زیارت مرقد مبارک پیر و مرشد خود حضرت سید محمد میر قدس اللہ سرہ الکبیر رونق افزائے بریلی شدہ بودند.....	جب ذیقعدہ کے مہینے کے آخر میں جناب زبدۃ العرفا (یعنی خواجہ علی اکبر مودودیؒ) اپنے پیر و مرشد حضرت سید محمد میر قدس سرہ کے مرقد مبارک کی زیارت کے لئے شہر بریلی میں رونق افروز تھے...

بریلی کا قیام ترک کر کے خواجہ مودودی جب الہ آباد آئے اور وہاں مقیم ہو کر شیخ محی الدین
ابن عربیؒ اور شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ کی تصانیف کے مطالعے میں لگ گئے تو نزہتہ الخواطر کا بیان
ہے کہ یہ مطالعۂ کتب شیخ الہ آبادی کے مزار پر جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے، ہوتا تھا، تو
کیا قیام بھی مزار ہی پر تھا؟ اس سلسلہ میں ملفوظ میں درج ایک واقعہ سے ضمناً معلوم ہوا کہ الہ آباد
میں مقام ترپولیہ کے قریب رہائشی مکان تھا۔

بیرون دروازہ خانۂ خویش کہ متصل ترپولیہ الہ آباد داشتند تشریف بردند صفحہ ۵۲۹	اپنے مکان کے دروازہ کے باہر تشریف لے گئے، اور ان کا مکان الہ آباد میں ترپولیہ کے قریب تھا۔

الہ آباد میں کب تک رہے اور وہاں سے ترک اقامت کر کے اجودھیا (فیض آباد) کب گئے۔
اس کی صراحت بھی ملفوظ میں نہیں ہے اور ہوتی بھی کیسے؟ تاریخ و سوانح کی کتاب تو یہ ہے نہیں،

ایک واقعہ کے ضمن میں اتنا مذکور ہے کہ اجودھیا میں خواجہ مودودی کا مکان اس مسجد سے فاصلہ پر تھا جس کو "مسجد فریدی" کہتے تھے:۔

روزے جناب زبدۃ العرفا از مسکن شریف کہ در اودھ مبارک مقرر بود و من نیز حاضر الخدمت برائے نماز جمعہ بمسجد یکہ بمسجد فریدی مشہور است بعجلت از مسکن شریف .....

ص ۵۵۴

ایک روز جناب زبدۃ العرفا (خواجۂ مودودی) اپنے دولت خانے سے جو اجودھیا شریف میں تھا اور میں بھی اس وقت حاضر خدمت تھا۔ نماز جمعہ کو اس مسجد تک جانے کے لئے برآمد ہوئے جو مسجد فریدی کے نام سے مشہور ہے اور دولت خانے سے کافی فاصلہ پر ہے

اس روایت کے بیان کرنے والے حاجی شریف الدین خاں صاحب ہیں۔ جن کے القاب مرتب ملفوظ نے اس طرح لکھے ہیں:۔

"صادق صادقان و راسخ راسخان صاحب یقین و ایمان مجمع البحرین دین و اتقان حاجی الحرمین"

یہ وہی حاجی شرف الدین خاں ہیں جن کے لئے لطائف اکبری کا زیر نظر نسخہ لکھا گیا ہے جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہے کہ:۔

"برائے پاس خاطر حاجی حرمین الشریفین حاجی شرف الدین خاں کتابت (کذا) الحروف سید سبحان علی"

مرتب ملفوظ خواجہ حسن نے حاجی شرف الدین خاں کا تعارف بھی کرا دیا ہے:۔

یکے از غلامان اصدق و مریدان ارسخ جناب زبدۃ العرفا است از ابنائے یکے از رئیسانِ راجپوتانِ ایں دیار بود پرورش ثروت ہزاری

حاجی شرف الدین خاں، زبدۃ العرفا (خواجہ مودودی) کے سب سے سچے خادم اور سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد مرید ہیں جوار کے رئیس راجپوتوں میں سے ایک رئیس کے

— روٴسائے ایں دیار بعد از تباہ منصب داری منصب داران شاہ جہاں آباد سرفراز و ممتاز بود۔

بخوش استعدادی خود بجد استماع کمالات حضرت ایشاں بسنِ دوازدہ یا سیزدہ سالگی بحضور پر نور رسیدہ بشرف بیعت مشرف بردست آنجناب استعداد بیعت در طریقۂ انیقہ چشتیہ رضی اللہ عنہم اجمعین فائز و ممتاز گشت الحمد للہ علی ذلک و بہ اذن حضور بحرمین شریفین برا وضاع اہل ترک و تجرید بعد ارتحال آنجناب شتافتہ مستفید طوافین موصوفین شدہ بزیارت یازدہ امام بعنوان تحقیق و تدقیق مستعد گردید الحمد للہ

ص ۵۵۴

بیٹے ہیں، ان کے باپ ہزاری ثروت رکھتے تھے۔ اور جب یہاں کی منصب داری (جو یک ہزاری تھی) ختم ہوگئی تو دلی کے منصب داروں میں سرفرازی پائی اور ان میں بھی ممتاز اور سربرآوردہ رہے۔

محض اپنی خوش استعدادی سے جب زبدۃ العرفا کے کمالات کا شہرہ سنا تو بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آنجناب کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں مرید ہوگئے الحمد للہ، اور حضرت کی اجازت سے حضرت کے وصال کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسی طرح روانہ ہو گئے جیسے اہل ترک و تجرید (درویش صفت اولیاء اللہ) سفر کرتے ہیں۔ (نہ سامان سفر کی فکر نہ یار و مددگار کی خواہش) اور دونوں مقدس مقاموں سے سعادت حاصل کر کے بارہ اماموں کے مزارات کی تحقیق و جستجو کے ساتھ زیارت کی الحمد للہ الحمید المجید علیٰ ذلک۔

لطائف اکبری کا جو مخطوطہ اس مضمون کے سلسلہ میں پیش نظر ہے وہ ان ہی حاجی شرف الدین خاں کے خاندان کی ملکیت بھی رہا ہے۔ کتاب کے سرورق پر جو تحریر ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے اگرچہ پوری عبارت پڑھی نہیں جاتی ہے لیکن جو پڑھنے میں آ گیا وہ مطلب سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ عبارت اس طرح پر ہے۔ "بعد وفات حاجی شرف الدین .... ملفوظ بملک فقیر نظام الدین احمد بقبنی صاحب ملفوظ رسیدہ و ایں فقیر بہ نور بصر .... محمد بشیر سلمہ اللہ ..... حررہ شانزدہم ربیع ..... ۱۲۱۷ھ شہر لکھنؤ" (یعنی حاجی شرف الدین کی وفات کے بعد یہ کتاب نظام الدین احمد

کی ملکیت میں آئی جو مالک ملفوظ کے متبنیٰ ہیں اور ۱۶ ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ کو یہ کتاب نور چشم محمد بشیر سلمہ کو ہبہ کردی گئی۔

خواجہ مودودی کا انتقال جیسا کہ شروع میں مذکور ہو چکا ہے۔ یکم جمادی الاول ۱۲۰۵ھ کو اجودھیا میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ یہ زمانہ اودھ میں آصف الدولہ کی حکمرانی کا تھا۔ اسی ملفوظ سے ضمناً یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خواجہ مودودی کی عمر کے آخری بیس پچیس سال اجودھیا میں گذرے ہیں، یہ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے جو خواجہ مودودی نے مرتب ملفوظ خواجہ حسن کو اپنا خلیفۂ مجاز بناتے ہوئے قلم بند کی تھی اور حسن کو مرتب ملفوظ نے لطائف اکبری میں نقل کر دیا ہے:۔

..... بعد ما ذاق حلاوۃ المعرفتہ ..... الوجدان عند التقائی بہ سنتہ ثمان و ثمانین وماۃ بعد الف من الھجرۃ المقدسۃ علی صاحبھا الصلوۃ واخلص ھمتہ بعد ما صرف اربع سنتہ فی الاشتغال الدائمی مع الحق سبحانہ بما امرت بہ قبل ذلک من الاشتغال الی ان یبایع علی یدی فبایع والبس الخرقۃ فی التاسع من المحرم سنتہ ثلث وتسعین وماۃ بعد الف ص۱۸۱

(جامع ملفوظ خواجہ حسن نے) مجھ سے ۱۱۸۸ھ میں ملاقات کے وقت سے معرفت اور وجدان کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد، ان اعمال و اشغال پر چار سال تک مداومت کی جن کی میں نے ہدایت کی تھی، اب ان کی ہمت کا تقاضا ہوا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں تو میں نے ۹ محرم ۱۱۹۳ھ کو ان کو اپنا مرید کیا اور خرقۂ خلافت بھی پہنایا ...

خواجہ حسن سے خواجہ مودودی کی ملاقات ۱۱۸۸ھ میں ہوئی جیسا کہ مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے اور ۱۱۹۳ھ میں خواجہ حسن کو خلافت ملی۔ گلدستۂ مودودی میں (خواجہ حسن کے خاندان کے ایک فرد کی اردو تصنیف مطبوعہ ۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۶ء مطبع اشاعت العلوم فرنگی محل لکھنؤ) میں لکھا ہے کہ خواجہ حسن نے "۱۱۸۹ھ میں اپنے مرشد کے حکم سے شہر فیض آباد سے ـــ اور بروایت

دیگر دہلی سے — آکر محلہ رستم نگر لکھنؤ میں اپنے پیر بھائی نواب محبت خاں بہادر شہباز جنگ کے مکان پر قیام کیا۔" اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خواجہ مودودی ۱۱۸۸ھ میں اجودھیا میں مقیم ہو چکے تھے۔ کب سے مقیم تھے؟ اس کا کوئی حوالہ اب تک نظر سے نہیں گزرا۔

اس اجازت نامہ کی عبارت سے جس کا اقتباس ابھی پیش کیا گیا ہے، یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صاحب ملفوظ خواجہ مودودی اور مرتب ملفوظ خواجہ حسن میں ارادت و بیعت کا رشتہ تو تھا ہی، نسبتاً بھی بہت قریبی تعلق تھا۔ خواجہ مودودی نے :-

ابن خالتی ابن ابن عمتی مھبط الافضال والمنن الخواجہ محمد حسن	میرے خالہ زاد بھائی اور میری پھوپھی کے پوتے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے مہبط خواجہ محمد حسن،.....

کے الفاظ سے جامع ملفوظ کو یاد کیا ہے۔ "گلدستۂ مودودی" میں بہت تفصیل سے دونوں کے نسب اور رشتہ داروں کا بیان موجود ہے جس کو یہاں دہراتے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔

صاحب ملفوظ خواجہ مودودی، آخر عمر میں اجودھیا (ضلع فیض آباد) میں مقیم ہو گئے تھے۔ اور وہیں ان کے دست گرفتہ اور مریدین حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے، اگرچہ لطائف اکبری میں ہر "ملفوظ" یا "مسموع" کے ساتھ لازمی طور پر محل وقوع ذکر نہیں ہے لیکن کہیں کہیں اس کی صراحت پائی جاتی ہے کہ "فلاں مرید کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی اور یہ ارشاد فرمایا" اس صراحت سے یہ معلوم ہوا کہ اجودھیا سے گاہ گاہ لکھنؤ تشریف لایا کرتے تھے گو عموماً یہی ہوتا تھا کہ مریدین اور متوسلین، اجودھیا جا کر کسب فیض کیا کرتے تھے۔ لکھنؤ آنے کے سلسلے میں لطائف اکبری میں کئی جگہ اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً۔

حضرت زبدۃ العرفا، کلبۂ فقیر را رشک فردوس ساختند دراں روز ہمشیرۂ فقیر	ایک روز زبدۃ العرفا نے (خواجہ مودودیؒ) میرے غریب خانے کو اپنی تشریف آوری سے رشک فردوس

داخل طریق گردید ..... قبل از اشتغال بطعام برادر از جاں عزیز تر خواجہ محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ فرمودند کہ از عزیزے شنیدہ ام کہ عزم مرزا محمدی بیگ است سلمہ اللہ کہ از فیض آباد روانہ ایں صوب شوند ..... بجہت تلاقی فقیر عزم نمودہ باشند ..... برادرم سلمہ اللہ پرسید کہ معلوم نیست کہ کے خواہند رسید فرمودند ہمیں امروز فردا، بعد ازیں ..... عزیزے رسید وخبر آورد کہ مرزائے مذکور آمدند و جائیکہ جناب ایشاں سکونت داشتند فرود آمدہ مقام گرفتند .....

ص ۱۰

بنایا تھا اور اسی روز میری بہن حضرت کی مرید ہوئی تھیں (مرتب ملفوظ خواجہ حسن کی بہن) ..... کھانا نوش فرمانا شروع کرنے سے قبل میرے عزیز از جان بھائی خواجہ محمد حسین سلمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ، کوئی صاحب کہہ رہے تھے کہ مرزا محمدی بیگ سلمہ فیض آباد سے یہاں آنے والے ہیں ..... میری ملاقات کی غرض سے ..... میرے بھائی نے کہا کہ "نہ معلوم کب آئیں گے" فرمایا "آج ہی کل میں" اس کے بعد .... (کھانا کھانے کے بعد جب حضرت قیلولہ کے لئے لیٹ چکے تھے) ایک صاحب آئے اور انھوں نے اطلاع دی کہ مرزا محمدی بیگ آئے ہیں اور حضرت کا جہاں قیام ہے وہیں اترے ہیں۔

یہ واقعہ لکھنؤ ہی کا ہے، مرتب ملفوظ خواجہ حسن لکھنؤ ہی میں رہتے تھے۔ خواجہ مودودی اس دن ان کے یہاں کھانے پر گئے ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ اتنی قریب کی رشتہ داری خواجہ حسن سے تھی اور مستعد مرید و خلیفہ مجاز بھی تھے لیکن خواجہ مودودی لکھنؤ آکر قیام کسی دوسری جگہ کرتے تھے۔ خواجہ حسن کے یہاں قیام نہیں ہوتا تھا، خود خواجہ حسن اپنے پیر بھائی نواب محبت خاں کے ساتھ رستم نگر (پرانے لکھنؤ) میں رہتے تھے، نواب محبت خاں کے یہاں بھی ان کے پیر و مرشد کا لکھنؤ میں قیام نہیں ہوتا تھا۔ لطائف اکبری میں کئی جگہ مرتب ملفوظ خواجہ حسن کے گھر پر خواجہ مودودی کے قدم رنجہ فرمانے کا ذکر ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ قیام کہیں اور ہوتا تھا اور خواجہ حسن کے علاوہ دوسرے مریدوں اور عقیدتمندوں کے

یہاں بھی قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے۔ جس میں نواب محبت خاں (فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید) بھی شامل ہیں جیسا کہ لطائف اکبری میں ہے :-

بجناب زبدۃ العرفا کلبۂ احزان فقیر را بقدوم میمنت لزوم رشک فردوس فرمودند .... پس تزبیر دل بردہ متوجہ مکان محب ، بدل و جان نواب محبت خاں سلمہ اللہ تعالیٰ شدند ..... ص ۳۰۶	ایک روز زبدۃ العرفاء (خواجہ مودودی) نے میرے غم خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشکِ فردوس بنایا ...... اس کے بعد میرے یہاں سے محب بدل وجان نواب محبت خاں سلمہ اللہ کے مکان کی طرف تشریف لے گئے ....
اسی طرح ایک سلسلہ میں لکھا ہے ... روز عرس حافظ الملک حافظ رحمت خاں مرحوم مغفور جناب زبدہ العرفا فقیر خانہ را بقدوم شریف رشک فردوس ساختند .... و برخاستہ برائے فاتحہ خان صاحب مغفور بسمت مکان نواب صاحب محب بدل و جان نواب محبت خاں بہادر سلمہ الرحمٰن تشریف فرما شدند ..... ص ۳۵۷	حافظ رحمت خاں شہید کے عرس کے روز جناب زبدۃ العرفا نے اپنے قدم مبارک سے غریب خانہ کو رشک فردوس بنایا ..... (بات چیت کے بعد) حضرت اٹھے اور حافظ شہید کے فاتحہ میں شرکت کے لئے دل وجان سے محبت کرنے والے نواب محبت خاں کے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔

اب تک خواجہ سید علی اکبر مودودیؒ کے احوال پر جتنی روشنی ڈالی گئی ہے اس سے ضمناً اور صراحتاً جو نتائج ہاتھ آئے وہ مختصراً یہ ہیں کہ (۱) سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں مرید تھے (۲) پیر فردو کا نام خواجہ سید محمد میر حسن عرف بھلّی ہے جو پیر بھی تھے اور حقیقی چچا بھی (۳) ظاہری علوم کسی سے نہیں کیے (۴) صاحب تصانیف تھے (۵) تمام علوم و معارف کا دروازہ ان پر

اچانک کھلا تھا (۶) جوانی میں عشق کے ہاتھوں وارستہ مزاج رہے۔ پھر پیر و مرشد کی توجہ سے عشق مجازی سے چھٹکارا نصیب ہو گیا (۷)، ۱۱۷۱ھ میں دلی سے لکھنؤ پہنچے جہاں سے بقصدِ حج و زیارت آگے روانہ ہوئے (۸)، الہ آباد تک پہنچے تھے (اسی ۱۱۷۱ھ میں) کہ ولولۂ سفر سرد ہو گیا (۹)، وہیں ٹھہر گئے کب تک وہاں رہے ؟ اس کا پتہ نہیں چل سکا (۱۰) بہرحال ۱۱۸۰ھ سے قبل ہی وہ اجودھیا (فیض آباد) میں قیام پذیر ہو چکے تھے اور (۱۱) یکم جمادی الاول ۱۲۰۹ھ کو وہیں وفات پائی (۱۲) اجودھیا میں قیام کے دوران گاہے، لکھنؤ اور بریلی کا سفر کیا (۱۳) بریلی ہی میں ان کے پیر و مرشد کا مزار ہے، یہ سب امور "لطائف اکبری" کے اندراجات سے منکشف ہوئے۔

لطائف اکبری در اصل خواجہ علی اکبر مودودی کے اقوال کا مجموعہ ہے "سوانح اور سیرت" کی کتاب نہیں ہے جس کے ذریعہ حالات زندگی کے تمام جزئیات معلوم ہو سکیں مجموعۂ اقوال سے حالات کے سلسلے میں جتنا کچھ ہاتھ آ سکتا ہے وہ ضمناً ہی ہوگا۔ "لطائف اکبری" کے اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'اقوال' یا ملفوظات کے جمع کرنے کا کام جامع ملفوظ خواجہ حسن مودودی (خلیفہ اور جانشین) نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۴ھ سہ شنبہ سے شروع کیا اور پہلا ملفوظ عصر کی نماز کے وقت کا ہے :-

فی التاریخ احدی وعشرین من شہر (کذا) ربیع الاول من سنۃ اربع وتسعین ومأۃ بعد الالف من الھجرۃ المقدسۃ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام یوم الثلثاء وقت العصر (ص۲)

یعنی ۲۱ ربیع الاول ۱۱۹۴ھ یوم سہ شنبہ وقت عصر ....

ان ہی اندراجات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دو ڈھائی سال تک، جامع ملفوظ نے "ملفوظ" قلم بند کرنے کا کام جاری رکھا اور یہ وہی مدت معلوم ہوتی ہے جو شیخ مودودی نے لکھنؤ کے قیام میں گذاری، ان کا مستقل قیام تو اجودھیا (ضلع فیض آباد) میں رہتا تھا اور

جامع ملفوظ خواجہ حسن، لکھنؤ میں رہتے تھے گاہ گاہ پیرو مرشد کی خدمت میں اجودھیا بھی حاضر ہوتے تھے، اگرچہ صراحتاً یہ نہیں ملتا کہ پورے ملفوظ کا یا اس کے مختلف اجزاء کا تعلق کس سرزمین سے ہے تاہم۔ بیشتر مقامات پر جامع ملفوظ کا یہ اظہار کہ "غریب خانہ پر تشریف لائے" یا "نواب محبت خاں کے دولت کدے پر قدم رنجہ فرمایا" وغیرہ وغیرہ، اشارہ ہے کہ قلم بند ملفوظ کا تعلق صاحب ملفوظ کے قیام لکھنؤ کی مدت ہی سے ہے۔

قلم بند کرنے کا طریقہ خواجہ حسن نے یہ رکھا تھا کہ جو کچھ محفل میں سنتے یا پیش آتا اسے محفل برخاست ہونے کے بعد لکھتے اور پہلی فرصت میں شیخ مودودی کی خدمت میں اپنی تحریر اصلاح وتوثیق کے لیے پیش کر دیتے۔ محفل میں بعض باتیں ایسی بھی ہوئیں جن کو قلم بند کرنے سے خود شیخ مودودی نے روک دیا مثلاً ایک کرامت کے سلسلے میں جس کے شاہد سے:-

تعجب سخت بر حاضراں و بریں فقیر رو داد | حاضرین محفل اور راقم الحروف کو نہایت حیرت ہوئی۔

جامع ملفوظ خواجہ حسن کو روک دیا کہ "اس کو قلم بند نہ کریں۔ جامع ملفوظ لکھتے ہیں کہ:-

خواستم کہ ایں ماجرا را مرقوم سازم و بکتابتش مشغول گشتم از دور دیدہ فرمودند چہ می نویسی؟ | میں اس کرامت کی تفصیل قلم بند کرنا چاہتا تھا اور اس کے لکھنے میں مشغول تھا کہ شیخ مودودی نے دور سے دیکھ لیا اور پوچھا "کیا لکھ رہے ہو؟"

خواجہ حسن نے صورت حال کے اظہار میں تامل کیا اور اصل بات کو چھپانے کی کوشش بھی کی اس پر خواجہ مودودی نے کہا:

اگر ایں مقدمہ را می نویسی قسم است بسرِ من کہ نباید نوشت چہ ایں حالات نزد ایں طائفہ خارج از مبحث اند و ایں کمال نیست بلکہ نقصان است ۔۔۔۔ ناچار آں وقت حسب الارشاد | اگر یہی معاملہ (جو کرامت کے طور پر ابھی پیش آیا ہے) لکھ رہے ہو تو تمہیں میرے سر کی قسم کی ہے کہ .. .. اس کو نہ لکھو، یہ کیفیات (جن کے

وحلفِ آنجناب موقوف ساختہ۔

تحت کرامت کا صدور ہوجاتا ہے) طبقہ اولیاء میں خارج از بحث سمجھے جاتے ہیں اور ان کو بزرگی کا کمال نہیں بلکہ بزرگی کا نقص خیال کیا جاتا ہے .... مجبوراً حسب ارشاد اور قسم دلا دینے کی وجہ سے اس وقت میں نے یہ واقعہ نہیں لکھا۔

اس کے بعد جامع ملفوظ نے عرض معروض کی کہ "ہمارے بزرگوں نے اپنے بزرگوں کے ملفوظات جو جمع کئے ہیں اُن میں بھی ایسے معاملات (واقعاتِ کرامت) موجود ہیں تو اگر میں بھی اپنے چشم دید اور صادق القول دوستوں سے سنے ہوئے واقعات (کرامتوں) کو بے کم و کاست لکھ دوں تو کیا نقصان ہوجائے گا ؟ خواجہ مودودی نے فرمایا:۔

مقامِ ایں بزرگانِ والاشان دیگر است جائیکہ قدم مبارک ایشاں رسیدہ سرِ خود را بداں جا باید سائید۔ لہٰذا روزِ دوم انچہ دیدہ بودم مرقوم ساختم۔ صفحہ ۳۰

ان حضرات کا (خواجۂ اجمیر خواجہ بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر وغیرہ جن کا ذکر اوپر ہوا) مرتبہ اور ہی ہے جس زمین پر ان کے مبارک قدم پڑے وہاں ہمیں جبینِ نیاز رگڑنا چاہیئے، اس عرض و معروض کے نتیجے میں ہوا یہ کہ بجائے اسی دن قلم بند کرلینے کے) بہرحال دوسرے دن جو کچھ دیکھا تھا وہ لکھ لیا۔

اسی طرح ایک مرید مفتی خلیل الرحمٰن بھوگانوی پر ایک واردات گزری تھی، انھوں نے دریافت کیا تھا کہ مریدوں کو توجہ دینے کا جو طریقہ ہے صرف حضرات نقش بندیہ سے مخصوص ہے یا صوفیاء کے دوسرے طریقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ خواجہ مودودی نے فرمایا کہ ہر طریقہ میں یہ پایا جاتا ہے، سلسلۂ چشتیہ میں بھی ہے۔ اس کے بعد خواجہؒ اپنے مرید "فضیلت واقف پناہ، حقائق و معارف آگاہ، مفتی خلیل الرحمٰن بھوگانوی کو لے کر اپنے حجرے میں چلے گئے، جامع ملفوظ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جن میں سے ایک کا نام شاہ عشق اللہ کابلی اور دوسرے کا شاہ نجف علی

تھا۔ حجرے کے باہر دروازے کے قریب ہی رہے خواجہؒ نے حجرے کے اندر مفتی خلیل کو توجہ دینا شروع کیا۔ اندر سے پہلے تو مفتی صاحب کی آواز آتی رہی جیسے وہ نفی و اثبات کا ذکر کر رہے ہوں۔ پھر آواز موقوف ہو گئی، تھوڑی دیر کے بعد خواجہ مودودی حجرے سے باہر تشریف لے آئے۔ اس کے بعد جامع ملفوظ اور ان کے دونوں ساتھی حجرے کے اندر آ گئے تو دیکھا کہ مفتی خلیل مردے کی طرح پڑے ہیں۔ سر پیٹھ سے لگ گیا ہے۔ دونوں آنکھیں چھت کی طرف لگی ہیں، عمامہ سر سے الگ پڑا ہے..... جب مفتی خلیل کا حال درست ہوا اور وہ باہر آئے خواجہ نے انہیں تلقین کی پھر اپنے حجرے میں واپس جاتے ہوئے:۔

فقیر را از تحریر این معنی منع فرمودند چوں سخت طامع بود دل فقیر بر تحریر آں مکرر بعرض رسانیدم سکوت ورزیدند لاجرم بہ تحریر آوردم، دیر کتمانِ آں نیز مبالغہ نمودہ بودند عاقبت بہ پاسِ التماسِ فقیر ازاں ہم سکوت ورزیدند۔

ص ۳۹

راقم الحروف کو منع کر دیا کہ اس معاملے کو قلم بند مت کرنا۔ چونکہ راقم کا دل اس واقعہ کو قلم بند کرنے پر بیحد حریص تھا۔ اس لئے ان سے بار بار اجازت چاہی۔ خاموش ہو گئے۔ بہرحال اسے معرض تحریر میں لے آیا باصرار یہ بھی فرمایا تھا کہ اس معاملے کا کہیں ذکر بھی نہ کرنا، بالآخر میری التجا کا خیال کر کے اس بارے میں بھی سکوت اختیار فرمایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ مودودی، ان معاملوں کو قلم بند کرنے سے روکتے تھے جن سے ان کی بزرگی کا براہ راست اظہار ہوتا ہو، تلقین وارشاد سے متعلق گفتگوؤں کو لکھنے کے سلسلے میں کوئی ممانعت نہیں تھی۔ بلکہ ایسی تحریروں کو وہ دوسرے تیسرے روز، جب ملاحظے میں پیش کی جاتیں تو ان میں اصلاح کر دیتے تھے بلکہ کبھی کبھی ان تحریروں کو اپنی محفل میں دوسروں کو سنوا بھی دیتے تھے۔

گفتگو کا ایک نمونہ تو مولانا محمد ولی فرنگی محلی (شاگرد ملا نظام الدین فرنگی محلی) سے طویل بات چیت کی شکل میں اوپر نقل ہو چکا ہے۔ ان کی محفلوں میں زیادہ تر گفتگو......

وحدت الوجود، شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور ان کی تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ، شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ اور ان کی شرح فصوص الحکم کے بارے میں ہوتی تھی خود بھی عقیدتِ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اور شیخ الہ آبادی کی توجہ سے اس عقیدے کے قائل ہوئے تھے۔ اس لئے قدرتاً شیخؒ کا تذکرہ محفل میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ (باقی)

معاونین کی فیس میں اضافہ

بے تحاشہ گرانی سے مجبور ہو کر حضرات ممبران کی اضافہ کیا گیا ہے یہ اضافہ جنوری ۱۹۷۱ء سے

(۱) معاونین:۔ چالیس روپے سالانہ کے بجائے پچاس روپے سالانہ

(۲) معاونین عام:۔ پچیس 〃 〃 〃 تیس 〃 〃

(۳) احباء: پندرہ 〃 〃 〃 〃 بیس 〃 〃

ممبری کی قواعد ضوابط کی کاپی دفتر سے طلب فرمائیں۔

منیجر ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔ ۶

ندوۃ المصنفین دہلی

۱۹۷۱ء کی جدید مطبوعات حسب ذیل ہیں

۱۔ تفسیر مظہری اردو (نویں جلد) جلد قیمت مجلد ..۔ ۱۷

۲۔ حیات (مولانا) سید عبدالحیٔ قیمت مجلد ..۔ ۱۱

۳۔ احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت قیمت مجلد ..۔ ۹

۴۔ مآثر و معارف (از مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری) قیمت مجلد ..۔ ۱۰